روزنامہ ایکسپریس

منگل، 5 ربیع الاول 1430ھ، 3 مارچ 2009ء

ایک دردمند پاکستانی

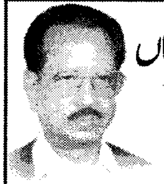

حکایاتِ خوں چکاں

انوار احسن صدیقی

عمرِ عزیز کی سات دہائیوں سے کچھ زیادہ کا عرصہ گزار لینے والے ڈاکٹر انور نسیم کا شمار صرف پاکستان کے ہی نہیں، دُنیا کے نامور اور باکمال سائنس دانوں میں ہوتا ہے۔ ڈاکٹر انور نسیم جینیات، یعنی جینیٹکس کے ماہر ہیں اور اس میدان میں انھیں عالمی شہرت حاصل ہے۔ انھوں نے 1957 میں گورنمنٹ کالج لاہور سے نباتیات میں ایم ایس سی کیا اور مزید تعلیم کے لیے انگلینڈ چلے گئے جہاں انھوں نے ایڈنبرا یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کیا۔ ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد وہ کینیڈا چلے گئے اور 1973 تک کینیڈا کے ایٹامک انرجی کے ادارے میں ریسرچ آفیسر رہے۔ انھوں نے 1989 تک حیاتیاتی کیمیا اور جینیات کے شعبوں میں گراں قدر تحقیقی کام انجام دیا، 1989 میں سعودی عرب آ گئے اور ریاض کے شاہ فیصل اسپتال کے ریسرچ سینٹر میں پرنسپل سائنٹسٹ اور شعبۂ حیاتیات وطبی تحقیق کے سربراہ مقرر ہوئے۔ 1993 میں وہ پاکستان آ گئے اور پاکستان اکیڈمی آف سائنسز میں ایگزیکٹو سیکریٹری کی حیثیت سے خدمات انجام دینے لگے۔ 1996 میں وہ اسلامی سربراہی کانفرنس کی سائنس وٹیکنالوجی کی کمیٹی کے مشیر برائے سائنس مقرر ہوئے اور تب سے اب تک اسی منصب پر فائز ہیں۔

ڈاکٹر انور نسیم کا شرف صرف یہ نہیں ہے کہ وہ پاکستان کے ایک نامی گرامی سائنس داں ہیں، بلکہ ان کا اصل شرف یہ ہے کہ وہ پاکستان اور اس کے عوام سے بہت گہری محبت کرتے ہیں اور ان کو خوش حال و مستحکم دیکھنا چاہتے ہیں۔ اسلام آباد سرکاری افسروں کا شہر ہے جہاں انسانوں کو ان کے سرکاری گریڈ کے مطابق ناپا جاتا ہے۔ یہاں کی بے حس فضاؤں میں عوام سے دوستی کا کوئی جذبہ گھلا ہوا نہیں ہے۔ یہاں سیاست ہے، سیاست داں ہیں، سیاسی پارٹیاں ہیں، سیاسی جوڑ توڑ اور محلاتی سازشیں ہیں اور ڈاکٹر انور نسیم ان ساری چیزوں سے بیزار ہیں۔ اسلام آباد کی فضاؤں میں ان کا دم گھٹتا ہے اور وہ ایسی کھلی فضا میں سانس لینا چاہتے ہیں جہاں ان کا لوگوں کے ساتھ، عام سیدھے سادے لوگوں کے ساتھ، جو ملک کی پچانوے فیصد سے زیادہ آبادی کی تشکیل کرتے ہیں، براہِ راست رابطہ ہو اور وہ ان کی زندگیوں کی تشکیلِ نو میں ایک کردار ادا کرسکیں۔

ڈاکٹر انور نسیم ایک نامور سائنس داں ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ادیب بھی ہیں۔ گذشتہ دنوں اردو کے معروف ادیب صبا اکرام کے گھر پر اپنے اعزاز میں منعقد ہونے والی ایک ادبی نشست میں گفتگو کرتے ہوئے ڈاکٹر انور نسیم نے بڑی دل سوزی کے ساتھ پاکستان کے حالات پر روشنی ڈالی۔

وہ پاکستان کو ایک ایسے ڈوبتے ہوئے جہاز سے تشبیہہ دیتے ہیں جس کے ناخداؤں کو اسے بچانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ناخداؤں کو تو صرف اپنے مفادات عزیز ہیں جن کے تحفظ کا انھوں نے جہاز کے ڈوب جانے کی صورت میں مکمل بندوبست پہلے سے ہی کر رکھا ہے۔ ڈاکٹر انور نسیم اس صورتِ حال سے سخت مایوس ضرور ہیں، لیکن انھوں نے جدوجہد کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا ہے، اور جہاں جدوجہد ہو، حالات کو سنوارنے کا سچّا جذبہ ہو، وہاں امید کی ایک کرن ضرور روشن ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر انور نسیم امید کی ایک ایسی ہی کرن کو اپنے دل میں لیے بیٹھے ہیں۔ ان کی اس امید کا مرکز پاکستان کا عام آدمی ہے، جسے وہ ''غیر سرکاری فرد'' کا نام دیتے ہیں۔ ان کے خیال کے مطابق یہ غیر سرکاری فرد ہی، جس کی اجتماعی کوششوں سے معاشرہ آگے بڑھتا اور ترقی کرتا ہے، پاکستان کی تعمیرِ نو میں اصل کردار ادا کرسکتا ہے۔ ان کی رائے کے مطابق اس ''غیر سرکاری فرد'' کو حرکت میں لانے اور اسے فعال بنانے کی ضرورت ہے۔ اس کے کھوئے ہوئے اعتماد کو بحال کرنے اور اس کے شعور و آگہی میں اضافہ کرنے کی ضرورت ہے۔

آج ہر وہ پاکستانی جو اپنے سینے میں دلِ دردمند رکھنے کے ساتھ ساتھ دیانت داری اور سچّائی کے ساتھ سوچنے کی تھوڑی سی بھی صلاحیت رکھتا ہے، اس شدید تشویش کا شکار ہے کہ آنے والے کل کے دامن میں پاکستان کے لیے کیا ہوگا۔ پاکستان، بہ حیثیت ایک ریاست کے جس قدر تیزی کے ساتھ روبہ زوال ہے، اور پاکستانی قوم جس معاشی اور معاشرتی انحطاط کی گہرائیوں میں دھنستی چلی جا رہی ہے۔ اس کو دیکھ کر ان تمام لوگوں کے دِلوں پر ایک شدید خوف طاری ہے جن کا مرنا جینا اسی زمین پر ہے اور جن کے لیے کوئی ایسا دوسرا ملک موجود نہیں ہے جہاں وہ پناہ حاصل کرسکیں۔

ملک میں عمومی طور پر ایک مایوسی کی فضا ہے اور اقتدار پرستی، منافقت اور جبر و استحصال کی امنڈتی ہوئی تاریکیوں میں دُور دُور تک امید کی کوئی روشنی نظر نہیں آتی۔ اشرافیہ کے ہاتھوں ملک کے سارے مادّی اور روحانی اثاثوں کی سفّاکانہ اور بے روک ٹوک لوٹ کھسوٹ، اشرافیہ کے مخصوص گروہوں کے ایما پر تیزی سے فروغ پاتی ہوئی دہشت گردی اور فکری کج روی عروج پر ہے جس کے نتیجے میں ملک کے گلی کوچے بے گناہ، بے خطا انسانوں کے خون سے لالہ زار ہو رہے ہیں اور ملک کی سہمی ہوئی فضاؤں سے ہر طرف خون ہی خون برس رہا ہے، بربادی ہی بربادی پھیل رہی ہے اور خوش ہونے والے اس صورتِ حال سے خوش ہیں کہ عوام کی اجتماعی قوت ٹوٹ رہی ہے، ان کی صفوں میں زبردست انتشار و افتراق پیدا ہو رہا ہے اور یہ انتشار و افتراق ان عناصر کے لیے طاقت کے سرچشمے کا کام دے رہا ہے جو ملک پر مخصوص مراعات یافتہ گروہوں کی حکمرانی کو دوام بخشنا چاہتے ہیں۔

لوگ جب اپنے اردگرد نظر ڈالتے ہیں تو انھیں کوئی بھی ایسی چیز نظر نہیں آتی جو ان کے شکستہ و مضمحل اعصاب کو ذرا سا بھی سکون بخش سکے۔ امید کے سارے روزنوں میں گندے چیتھڑے ٹھونس کر ان کو اس طرح سے بند کردیا گیا ہے کہ روشنی کی ایک رمق بھی اندر نہیں آ رہی ہے۔ فقید المثال لاقانونیت، عدیم النظیر کرپشن، ناقابلِ تصور مہنگائی اور زندگی کی بنیادی ترین سہولیات سے یکسر محرومی نے عوام کو صرف جسمانی طور پر ہی نہیں، ذہنی طور پر بھی بیمار ڈال دیا ہے۔ ہم مجموعی طور پر ایک بیمار قوم بن گئے ہیں۔ اخلاقی پس ماندگی ہماری سائیکی کا ایک حصّہ بن گئی ہے۔ کسی معاشرے میں بدی کا عمل جب اعلیٰ ترین معاشرتی سطح سے شروع ہوتا ہے تو پھر اسے معاشرے کی ادنیٰ ترین سطح تک پہنچنے اور وسیع ترین پیمانے پر پھیل جانے سے دُنیا کی کوئی طاقت نہیں روک پاتی۔ اشرافیہ نے پاکستانی عوام سے سب کچھ چھین لیا ہے۔ اس نے انھیں صرف مادّی وسائل سے ہی محروم نہیں کیا ہے بلکہ ان کے اخلاقی اور روحانی اثاثوں پر بھی ڈاکہ ڈالا ہے اور انھیں بے نام خلاؤں میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا ہے۔

لوگ پوچھتے ہیں کہ حل کیا ہوگا؟ کل کیا ہوگا؟ کسی کے پاس کوئی واضح جواب نہیں ہے۔

ڈاکٹر انور نسیم بھی انھی لوگوں میں سے ایک ہیں جنھیں یہ سوال رات دن پریشان کرتا رہتا ہے، حالانکہ انھیں اس سوال سے پریشان نہیں ہونا چاہیے، کیوں کہ بہ ظاہر پاکستان ان کا مسئلہ نہیں ہے۔ وہ اس پائے کے عالم اور سائنس داں ہیں کہ دُنیا کا کوئی بھی ملک ان کے ایک اشارے پر انھیں اپنے دامن میں پناہ دینے اور زندگی کی تمام تر سہولیات فراہم کرنے کے لیے بخوشی تیار ہوگا، لیکن ڈاکٹر انور نسیم بدعنوانی اور حرص و ہوس کے مارے ہوئے ان لوگوں سے بالکل مختلف ہیں جو رات دن پاکستان کو مختلف طریقوں سے لوٹنے اور اسے بُری طرح تباہ کرنے پر تُلے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر انور نسیم کو پاکستان سے اور اس کے عوام سے دلی محبت ہے۔ وہ اس ملک کے عوام کو آسودہ اور خوش حال دیکھنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے وہ راستوں کی تلاش میں ہیں، ان بہت سے دیانت دار، محبّ وطن اور عوام دوست پاکستانیوں کی طرح جو اپنے ملک میں استحصال سے پاک ایک ایسے معاشرے کے قیام کا خواب دیکھتے ہیں جہاں ایک عام آدمی آبرومندانہ زندگی گزار سکے۔ ان کی فکر کے مطابق، کوئی بھی انسان بیکار اور بے فیض نہیں ہوتا۔ ہر انسان کا سماج کو آگے بڑھانے میں کوئی نہ کوئی حصّہ ہوتا ہے اور اس کی یہ موقع ملنا چاہیے کہ وہ اس حصّے کو زیادہ سے زیادہ بہتر طور پر ادا کرسکے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے وہ ''غیر سرکاری افراد'' سے بڑی توقعات وابستہ کرتے ہیں اور ان کی سرگرمیوں کے دامن میں فلاح کی راہ تلاش کرتے ہیں۔

ڈاکٹر انور نسیم کا مجوزہ لائحہ عمل خواہ کچھ بھی ہو، یہ بات اپنی جگہ پر بہت اہم ہے کہ وہ پوری سنجیدگی اور خلوصِ نیت کے ساتھ اس قوم کی فلاح کے بارے میں سوچتے ہیں اور کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا اور ان جیسے ان دوسرے بہت سے لوگوں کا دم غنیمت ہے جنھیں پاکستان کی مایوس کُن صورت حال کا دیانت دارانہ احساس ہے اور جو اس صورت حال کو بدلنے کی پُرخلوص خواہش اپنے دل میں رکھتے ہیں؟ ورنہ یہاں تو یہ عالم ہے کہ اقتدار مافیا اور قبضہ گروپ نے اپنے ظالم پنجے اس ملک کے تنِ ناتواں میں اس بُری طرح گاڑ رکھے ہیں کہ وہ روز بروز زیادہ سے زیادہ لہولہان ہوتا جا رہا ہے۔